حضور نبی اکرم ﷺ

کی

اَولادِ اَطہار رضی اللہ عنہم

حسبِ حکم

شہزادۂ غوث الوریٰ النقیب الاشراف

السید محمود محی الدین القادری الگیلانی البغدادی مدّ ظلّہ العالی

فرید ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

تحریک منہاج القرآن

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 140-140-111-042

www.MinhajBooks.com - fmri@Research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

وَالآلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ فَهُمْ

أَهْلُ التُّقٰی وَالنُّقَی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

تاجدارِ کائنات رحمۃ للعالمین حضور نبی اکرم ﷺ کی اولادِ پاک کے سلسلے میں متفق علیہ روایت یہ ہے کہ ان کی کل تعداد چھ ہے۔ جن میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے اسمائے ذی شان یہ ہیں: حضرت قاسم، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما اور سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُمِ کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ کی باقی اولادِ اطہار کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے ہاں طیب، طاہر اور حضرت عبد اللہ بھی آپ ﷺ کے صاحبزادگان ہیں لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک جس فرزندِ رسول ﷺ کا اسم گرامی عبد اللہ تھا، طیب و طاہر انہیں کے القاب تھے۔

ائمۂ نسب و تاریخ کے ہاں یہی قول اَصح یعنی سب سے زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عبد اللہ کے حوالے سے شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ کے الفاظ یہ ہیں:

بمکه مطیبه صفیر از عالم رفت و طیب وطاهر لقب او است۔(۱)

''(حضرت عبد اللہ) مکہ شریف میں چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے تھے اور طیب و طاہر انہیں کے القاب تھے۔''

اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی کل متفق علیہ اولادیں سات ٹھہریں، یعنی تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوة، ۲: ۵۷۸

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں:

أن مجموع أولاد النبي ﷺ من الذكور والإناث سبعة. أما الذكور فمنهم: القاسم و عبد الله ـ وهما طاهر و الطيب ـ أمهما السيدة خديجة الكبرى، وإبراهيم ـ و أمه السيدة مارية القبطية ـ وأما الإناث فهن: زينب و رقية و أم كلثوم ـ و هي آمنة ـ وفاطمة، وكلهن من السيدة خديجة. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے بیٹے بیٹیوں کی تعداد سات ہے۔ ان میں بیٹے (۱) قاسم اور (۲) عبد اللہ ہیں - انہیں ہی طاہر و طیب کہتے ہیں - اور ان کی والدہ سیدہ خدیجہ تھیں، اور حضرت ابراہیم کہ ان کی والدہ سیدہ ماریہ قبطیہ تھیں، اور بیٹیوں میں (۱) سیدہ زینب، (۲) سیدہ رقیہ، (۳) سیدہ اُم کلثوم - انہیں آمنہ بھی کہتے ہیں - اور (۴) سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین، اور یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔‘‘

(۱) محمد بن شهر آشوب، مناقب آل أبي طالب، ۱: ۱۶۲

۱۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے سب سے پہلے اور بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے۔ ان کے فرزند اکبر ہونے میں ائمہ انساب میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فرزند اکبر تھے اور ان کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ جبکہ بعض علماء کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بڑی صاحبزادی تھیں اور ان کے بعد حضرت قاسم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اعلان نبوت سے قبل مکہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے۔

إنما الاختلاف بين القاسم و زينب أيهما ولد قبل الآخر، فقال بعض العلماء بالنسب: أول ولد وُلد له القاسم ثم زينب، وقال ابن الكلبي: زينب ثم القاسم. (۱)

''حضرت قاسم اور حضرت زینب کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان میں سے پہلے کون پیدا ہوا۔ بعض علماءِ نسب نے کہا کہ آپ ﷺ کا پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ قاسم تھا پھر زینب جبکہ ابن کلبی کہتے ہیں کہ پہلے زینب اور پھر قاسم پیدا ہوئے۔''

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اسی فرزند کی وجہ سے ابو القاسم کنیت اختیار فرمائی اور عامۃ المسلمین کو ''ابو القاسم'' کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

تسموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي. (۲)

''میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔''

جمہور علمائے انساب کے مطابق اولادِ رسول ﷺ میں آپ ہی سب سے پہلے

---

(۱) ابن الاثير، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ۷: ۱۳۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب: العلم، باب: إثم من كذب على النبی ﷺ، ۱: ۵۲، رقم: ۱۱۰

پیدا ہوئے اور سب سے پہلے رحلت بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ہوئی۔ کتبِ تاریخ میں ان کی عمر سات دن سے دو سال تک درج ہے۔ ابنِ سعد دو سال کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَاتَ الْقَاسِمُ وَ هُوَ ابْنُ سَنَتَيْنِ. (۱)

''حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات دو سال کی عمر میں ہوئی۔''

جبکہ بعض اقوال کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ چلنے پھرنے کی عمر تک رونق افروزِ عالم رہے۔ اس بات کی تائید ابن ماجہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق حضرت قاسم عرصہ رضاعت پورا کئے بغیر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ سے ان کی رضاعت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت قاسم کی رضاعت جنت میں پوری ہوگی۔ نواسہ رسول سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

لما توفي القاسم ابن رسول الله ﷺ قالت خديجة: يا رسول الله! درت لبينة القاسم فلو كان الله أبقاه حتى يستكمل رضاعة. فقال رسول الله ﷺ: إن إتمام رضاعه في الجنة. قالت: لو أعلم ذالک يا رسول الله لهون على أمره. فقال رسول الله ﷺ: إن شئت دعوت الله تعالى فاسمعک صوته. قالت: يا رسول الله! بل أصدق الله و رسوله. (۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۳۳

(۲) ابن ماجه، السنن، کتاب: الجنائز، باب: باب ما جاء في الصلاة على ابن رسول الله وذكر وفاته، ۱: ۴۸۴، رقم: ۱۵۱۲

’’جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے قاسم کا انتقال ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قاسم کی چھاتی کا دودھ زائد ہوگیا، کاش اللہ تعالیٰ اس کو رضاعت پوری ہونے تک زندگی عطا فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی رضاعت جنت میں پوری ہو گی۔ اس پر (انہوں نے دوبارہ) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے تو میرا غم ہلکا ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالی سے دعا کروں، پھر اللہ تعالی تمہیں قاسم کی آواز سنا دے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے (جواباً) عرض کیا: (اس کے بجائے) میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرتی ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر سے اس جہاں رنگ و بو میں جلوہ گر ہوئے اور عہدِ طفولیت میں ہی وفات پا گئے۔ جب ان کی وفات کی خبر مکہ مکرمہ میں پھیلی تو عاص بن وائل سہمی نے کہا کہ محمد ﷺ کے دونوں بیٹے چھوٹی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔ اب یہ (معاذ اللہ) ابتر (بے اولاد اور منقطع النسل) ہو گئے ہیں۔ یعنی نہ ان کی نسل باقی رہے گی نہ ان کا کوئی نام لیوا ہو گا۔ عاص بن وائل کی اس گستاخی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ امام سیوطی نے الدر المنثور میں قدرے تفصیل سے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ولدت خديجة من النبی ﷺ، ثم أبطأ عليه الولد من بعده، فبينما رسول الله ﷺ يكلم رجلا و العاص بن وائل ينظر إليه إذ قال له رجل: من هذا؟ قال: هذا الأبتر۔ يعنی النبي ﷺ۔ فكانت قريش إذا ولد للرجل ثم أبطأ عليه الولد من بعده، قالوا: هذا الأبتر، فأنزل الله: إن شانئک هو الأبتر (الكوثر، ۱۰۸: ۳) **أي مغفد هو الأبتر الذي بتر من كل خير.**(۱)

’’حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد کو جنم دیا، پھر اس کے بعد آپ کی اولاد میں وقفہ آ گیا، پس ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ ایک آدمی سے کلام فرما رہے تھے جبکہ عاص بن وائل آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا، ایک آدمی نے اس (عاص بن وائل) سے کہا: یہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا: یہ (حضور نبی اکرم ﷺ العیاذ باللہ) ابتر (بے نسل و بے نام و نشان) ہیں۔

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۸: ۶۵۲

قریش۔ جب کسی کے ہاں ایک بچہ کے بعد وقفہ آ جاتا تھا تو اسے ابتر کہتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے (بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل و بے نام ونشان ہے) والی سورت نازل فرما دی۔ یعنی آپ کو ناپسند کرنے والا ہی ابتر ہے، جو ہر طرح کی خیر سے کٹا ہوا ہے۔‘‘

امام زمخشری سورہ کوثر کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن من أبغضک هو الأبتر لا أنت لأن کل من یولد من المؤمنین إلی یوم القیامة فهم أولادک و أعقابک و ذکرک مرفوع علی المنابر و علی لسان کل عالم و ذاکر إلی آخر الدهر یبدأ بذکر الله و یثنی بذکرک فمثلک لا یقال له أبتر و إنما الأبتر هو شانئک المنسي في الدنیا و الآخرة و إن ذکر ذکر باللعن. (۱)

’’بے شک جس نے آپ ﷺ کو ناپسند کیا وہی ابتر ہے آپ ﷺ نہیں، کیونکہ مومنین میں سے قیامت کے دن تک جو بھی پیدا ہوگا وہ آپ کی اولاد اور خلف میں شامل ہوگا، اور آپ ﷺ کا ذکرِ خیر منبروں پر اور ہر عالم اور ذاکر کی زبان پر قیامت تک کے لئے بلند کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ذکر اور آپ ﷺ کے ذکر سے (وعظ ونصیحت کی) ابتداء ہوگی۔ پس آپ ﷺ کی مثل کو ابتر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ابتر آپ کا دشمن ہے جسے دنیا و آخرت میں بھلا دیا جائے گا اور اگر اس کا ذکر ہوگا بھی تو لعنت کے ساتھ ہوگا۔‘‘

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ کا ہر دشمن (وہ عاص بن وائل ہو یا کوئی اور) ہی ابتر ہے۔ کوئی اس کا نام عزت و احترام سے نہ لے گا۔ اگر کوئی نام لے گا بھی تو اس کی تذلیل کرتا ہوا وہ عاص بن وائل کی طرح دونوں جہاں میں برباد ہوگا۔

---

(۱) زمخشری، الکشاف، ۴: ۲۳۷

۳۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی آخری صلبی اولاد ہیں۔ ان کی ولادت ذی الحجہ ۸ ھ میں ہوئی۔ ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے دیگر تحائف کے ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بھیجا تھا۔ ابن سعد اس بارے میں رقمطراز ہیں:

و أهدى إلى النبی ﷺ مارية القبطية و أختها سيرين و حماره يعفور و بغلته دلدل وكانت بيضاء ولم يک فی العرب يومئذ غيرها. (۱)

''مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین، اپنے گدھے یعفور اور اپنے خچر دلدل کو بطور تحفہ بھیجا۔ یہ خچر سفید رنگ کا تھا اور عرب میں ایک بھی ایسا خچر نہ تھا۔''

ان کی دایہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سلمی رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضرت سلمی رضی اللہ عنہما نے اپنے خاوند کو اس پیغام مسرت کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں بھیجا تو رسول اکرم ﷺ نے یہ خوشخبری سن کر حضرت ابو رافع کو ایک غلام عطا فرمایا:

وكانت قابلتها سلمى مولاة النبي ﷺ فخرجت إلى زوجها أبي رافع فأخبرته بأنها قد ولدت غلاما فجاء أبو رافع إلى رسول الله ﷺ فبشره فوهب له عبداً. (۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۳۴

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۳۴

''حضرت ماریہ قبطیہ کی دایہ حضرت سلمٰی، حضور نبی اکرم ﷺ کی خادمہ تھیں، پس وہ اپنے خاوند ابو رافع رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور انہیں خبر دی کہ حضرت ماریہ قبطیہ نے ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ پس حضرت ابو رافع، حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بیٹے کی خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے خوش ہو کر انہیں ایک غلام عطا فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

السلام علیک یا أبا إبراهیم. (۱)

''اے ابراہیم کے والد! آپ پر سلام ہو۔''

حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ پر بہت خوش ہوئے اور ان کا نام اپنے جدِامجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے ابراہیم رکھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک روز صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ (اپنے حرم سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

إنه ولد لي اللیلة غلام، و إني سمیته باسم أبي إبراهیم. (۲)

''آج شب کو میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کے نام پر اُس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔''

---

(۱) حاکم، المستدرک ۲: ٦٦٠، رقم: ۴۱۸۸

(۲) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، ۱: ۳٦٠
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۳۵

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ تو حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا ہی تھیں مگر ان کو دودھ پلانے کی خدمات حضرت براء بن اوس کی زوجہ حضرت ام بردہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا (جو ام یوسف کی کنیت سے مشہور تھیں) کے سپرد کی گئیں۔ امام نووی تہذیب الأسماء میں ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

مرضعة إبراهيم – ابن رسول الله ﷺ – هي أم سيف ويقال لها أيضًا أم بردة، واسمها خولة بنت منذر الأنصارية. (۱)

''حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کی رضاعی ماں ام سیف تھیں۔ انہیں اُم بردہ بھی کہا جاتا ہے اور ان کا نام خولہ بنت منذر انصاریہ ہے۔''

ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے متعلق لکھتے ہیں:

لما ولد إبراهيم تنافست فيه نساء الأنصار أيتهن ترضعه، فدفعه رسول الله ﷺ إلى أم بردة بنت المنذر بن زيد بن لبيد بن خداش بن عامر بن غنم بن عدي ابن النجار، و زوجها البراء بن أوس بن خالد بن الجعد بن عوف بن مبذول ابن عمرو بن غنم بن عدي بن النجار، فكانت ترضعه وكان يكون عند أبويه في بني النجار و يأتي رسول الله ﷺ أم بردة فيقيل عندها و يؤتى بإبراهيم. (۲)

''حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو انصار کی عورتوں نے باہم تکرار کی کہ

---

(۱) نووی، تہذیب الأسماء، ۲: ۶۳۵، رقم: ۱۲۷۵

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۳۶

کون انہیں دودھ پلائے (یعنی ہر ایک یہی چاہتی تھی کہ صرف وہی دودھ پلائے، کوئی دوسری مرضعہ نہ ہو۔) رسول اکرم ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اُم بردہ رضی اللہ عنہا بنت المنذر بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار کے سپرد کر دیا۔ ام بردہ کے شوہر براء بن اوس بن خالد بن جعد بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن عدی بن نجار تھے۔''

اس روایت کی تائید صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں درج روایت سے بھی ہوتی ہے۔ مزید تحقیق کے لئے ادھر رجوع کریں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر شفقتِ پدری کے مناظر

حضور نبی اکرم ﷺ نے اولاد سے محبت وشفقت کو مومن کے کردار کا حصہ قرار دیا ہے۔ اہل عرب اپنے بچوں سے لاڈ پیار کرنا اپنی شان کے منافی سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس قبیح رسم کی مذمت ہی نہیں فرمائی بلکہ بچوں کو جنت کے پھول قرار دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ما رأيت أحدا كان أرحم بالعيال من رسول الله ﷺ. (۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اہل وعیال پر رحمت وشفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ ﷺ کی شفقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أخذ النبي ﷺ إبراهيم فقبله و شمه. (۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۳۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب: قول النبی انا بك لمحزونون، ۱: ۴۳۹، رقم: ۱۲۴۱

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ابراھیم کو لے کر بوسہ دیا اور سونگھا۔''

حضرت سیدنا ابراہیم ﷺ کی عمر مبارک ایک قول کے مطابق ابھی سولہ ماہ ہی تھی کہ آپ ﷺ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ حضرت براء بن عازب ﷺ بیان کرتے ہیں:

صلی رسول الله ﷺ على ابنه إبراهيم ابن القبطية و مات و هو ابن ستة عشر شهرا و قال: إن له ظئراً تتم رضاعه في الجنة و هو صديق. (۱)

'' رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند ابراہیم ﷺ پر نماز پڑھی جو کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضي الله عنها کے بطن سے تھے، ابراہیم ﷺ اس وقت سولہ ماہ کے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے ایک دایہ ہے جو بہشت میں اس کی رضاعت پوری کرے گی اور وہ صدیق ہے۔''

حضرت ابراہیم ﷺ کی وفات پر آپ ﷺ بہت غم زدہ اور رنجیدہ ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ رونے لگے۔ صحابہ رضي الله عنهم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ بھی گریہ کرتے ہیں حالانکہ آپ نے ہمیں گریہ سے روکا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے چیخ و پکار کرنے سے روکا ہے، رونے سے نہیں۔ حضرت مکحول ﷺ سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ دخل على ابنه إبراهيم وهو في السوق فدمعت عيناه و معه عبد الرحمن بن عوف فقال: أتبكي وقد نهيت عن البكاء؟ فقال: إنما نهيت عن النياحة. (۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۴۰

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۳۸

’’رسول اللہ ﷺ اپنے فرزند ابراہیم کے پاس تشریف لے گئے جو نزع کے عالم میں تھے، چنانچہ آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف جو ساتھ تھے نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) آپ روتے ہیں حالانکہ آپ نے رونے سے روکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے نوحہ کرنے سے روکا ہے (رونے سے نہیں روکا)۔

اسی مضمون کی ایک روایت امام شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں نقل کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

إن النبي ﷺ ذرفت عيناه لما جعل ابنه إبراهيم في حجره و هو يجود بنفسه، فقيل له في ذالک، فقال: إنها رحمة، ثم قال: العين تدمع والقلب يحزن، و لا نقول إلا ما يرضى ربنا. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے جب اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم کو اپنی گود میں لیا تو آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ سے آنسو رواں ہو گئے، (کیونکہ اس وقت) آپ ﷺ کے لختِ جگر قریب المرگ تھے۔ آپ ﷺ سے اس (آبدیدہ ہونے) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رحمت ہے (جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں رکھی ہے) پھر فرمایا: آنکھ روتی ہے، دل غمناک ہوتا لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار راضی ہوتا ہے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم ﷺ کی وفات کے بعد فرمایا کہ ابراہیم کے لئے جنت میں دو دایاں، جبکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک دایہ ہوگی جو انہیں جنت میں دودھ پلائے گی۔

لما توفي إبراهيم قال رسول الله ﷺ: إن إبراهيم ابني و أنه مات

(۱) شوکانی، نیل الاوطار، ۴: ۱۵۴

في الثدى، وأن له لظئرين تكملان رضاعه في الجنة.(۱)

''جب (جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ) حضرت ابراہیم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور یہ شیرخوارگی کی عمر میں فوت ہوا ہے، بے شک جنت میں اس کے لئے دو دایاں ہوں گی جو اس کی مدت رضاعت (شیرخواری) کو پورا کریں گی۔''

حضرت ابراہیم ﷺ کی وفات پر سورج گرہن کا واقعہ

جس دن سیدنا ابراہیم ﷺ کا انتقال ہوا، اسی دن سورج گرہن کا واقعہ بھی پیش آیا۔ قدیم اہل عرب کا اعتقاد تھا کہ سورج گرہن یا چاند گرہن کسی عظیم حادثہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس لئے بعض مسلمان بھی کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم ﷺ کی وفات کی وجہ سے سورج کو گرہن لگا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إن الشمس و القمر لا ينكسفان لموت أحد من الناس و لكنهما آيتان من آيات الله، فإذا رأيتموها فقوموا فصلوا.(۲)

''بے شک سورج اور چاند کسی انسان کی موت کی وجہ سے گہن زدہ نہیں ہوتے، یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب تم ان کو گہن لگا ہوا دیکھو تو قیام کرو اور نماز پڑھا کرو۔''

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك، ۴: ۱۸۰۸، رقم: ۲۳۱۶

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة في كسوف الشمس، ۱: ۳۵۳، رقم: ۹۹۴

۴۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضور نبی اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا، (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، (۳) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور (۴) سیدہ عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔ ان میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کا اسم گرامی ''زینب'' تھا۔ آپ سرور کائنات خاتم المرسلین امام الانبیاء کی وہ (سب سے بڑی) صاحبزادی ہیں جو راہِ خدا میں شہید ہوئیں۔ آپ کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بیان فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يقول: هي أفضل بناتي أصيبت في. (۱)

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۶، رقم: ۶۸۳۶
۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۳: ۱۴۸

''آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: (زینب) میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کی تمام اولادیں - سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے - حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔

آپ کی والدہ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے تصدیقِ رسالت میں سب سے پہلے پیش قدمی کی اور جن کے فضائل و مناقب میں آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔

خير نسائها مريم بنت عمران وخير نسائها خديجة بنت خويلد. (۲)

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، ۳: ۱۳۸۸، رقم: ۳۶۰۴

''کائنات کی افضل ترین عورتیں مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں۔''

حضور نبی اکرم ﷺ اکثر وبیشتر حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

أمرت أن أبشر خديجة ببيت في الجنة من قصب. (۱)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت دوں جو موتی کا ہوگا۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت سے متعلق علامہ ابوعمرو ابن عبد البر لکھتے ہیں:

كانت زينب أكبر بناته لا خلاف أعلمه في ذالک إلا ما لا يصح ولا يلتفت إليه، وإنما الاختلاف بين زينب والقاسم أيهما ولد له ﷺ اوّلاً، فقالت طائفة من أهل العلم بالنسب: أول من ولد له القاسم ثم زينب، وقال ابن الكلبي: زينب ثم القاسم. (۲)

''حضرت زینب رضی اللہ عنہا صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ان کا دعوی ناقابل التفات ہے، اگر اختلاف ہے تو اس امر میں کہ اولاد

.... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل خديجة أم المؤمنين، ۴: ۱۸۸۶، رقم: ۲۴۳۰

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۲۰۳، رقم: ۴۸۴۸

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها، ۳: ۱۳۸۹، رقم: ۳۶۰۶

(۲) ابن عبد البر، الاستيعاب، ۴: ۱۸۵۳، ۱۸۵۴

رسول ﷺ میں اوّلا حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یا حضرت قاسم ﷛۔ علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسم ﷛ پیدا ہوئے اور ان کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔‘‘

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے عہد طفولیت کے حالات پردۂ اِخفاء میں ہیں اور کتب تاریخ میں ان کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے آپ کے احوال کا بیان نکاح کے وقت سے قلم بند کیا جاتا ہے۔

ابو العاص بن ربیع سے نکاح

آپ کی شادی حقیقی خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ کے ساتھ ہوئی جو حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ حضرت زینب کے جہیز میں دیگر سامان کے علاوہ عقیق یمنی کا ایک ہار بھی تھا جو ان کو حضرت خدیجہ ﷝ نے دیا تھا۔(۱)

قبولِ اسلام

جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی ایمان لے آئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کے اسلام نہ لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کو شرک کی حالت میں وہیں مکہ میں چھوڑ دیا۔

ہجرت اور دیگر عمومی حالات

ابو العاص نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن دین میں فرق کی وجہ سے نکاح کے منسوخ ہونے کا حکم بھی ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اور اس میں مصلحت بھی تھی کیونکہ حضور

(۱) أبو داود، السنن، ۳: ۶۲، رقم: ۲۶۹۲

نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت کوئی اسلامی قوت نہ تھی۔ اشاعتِ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور کفار کی ایذاء رسانی کا بازار گرم تھا۔ ادھر اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ کفار کی مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انہوں نے اختیار نہ کیا ہو۔ اسی بنیاد پر قریش کے چند لوگوں نے ابو العاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں اور بجائے ان کے قریش کی کسی لڑکی سے نکاح کر لیں لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے۔(۱)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی محبت و ایثار کا حال ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ نبوت کے تیرھویں سال جب حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے سسرال میں تھیں اور ابو العاص مشرکین کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ابو العاص کو بھی گرفتار کیا۔ جب گرفتاری کی خبر اہل مکہ کو پہنچی اور اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا تو زینب (رضی اللہ عنہا) نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو بطورِ فدیہ اپنا ہار (جو آپ کی والدہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جہیز میں دیا تھا) دے کر بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب وہ ہار پیش کیا گیا تو آپ ﷺ اسے دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوگئے اور آپ ﷺ کے دل میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: اگر تم مناسب سمجھو تو زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر کو رہا کر دو اور اس کا ہار بھی واپس کر دو۔ چنانچہ ابو العاص رہا کر دیئے گئے اور ہار بھی واپس کر دیا گیا۔ چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ شان نبوت کے خلاف تھا کہ ابو العاص حضور نبی اکرم ﷺ کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیے جاتے اس لیے ابو العاص کا فدیہ یہ بھی مقرر کر

(۱) عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۲: ۴۳۶

دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ ابو العاص نے وعدہ کیا اور اپنے وعدے کو پورا بھی کیا۔(۱)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لانے کے لئے زید بن حارثہ ﷜ کو روانہ کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ تم بَطْن یَأْجج میں ٹھہر کر انتظار کرنا، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں آ جائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ منورہ چلے آنا۔

ابو العاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔ آپ اونٹ پر سوار تھیں۔ چونکہ کفار کا غلبہ تھا جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش میں کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے گرفتاری کی فکر کی۔ چنانچہ مقام ذی طویٰ میں انہوں نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ ہبار بن اسود اور ان کے ساتھ دوسرا شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی ایک نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر نیزہ سے حملہ کیا، آپ زمین پر گر پڑیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا چوتھے مہینے میں حاملہ تھیں کہ آپ کا حمل گر گیا۔ آپ کو بہت زیادہ چوٹ آئی۔ اس پر آپ کے دیور کنانہ نے ترکش سے تیر نکالا اور کہا جو کوئی میرے سامنے آئے گا وہ ان تیروں کا نشانہ بنے گا، لوگ منتشر ہو گئے۔ ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آگے بڑھا اور کہا کہ تم اپنے تیروں کو تھوڑی دیر کے لئے روکے رکھو ہم کچھ باتیں کر لیں۔ ابوسفیان نے کہا محمد (ﷺ) کے ہاتھوں جو مصیبتیں، تکلیفیں، شکست، رسوائی اور ذلت ہم لوگوں نے اٹھائی ہے، اس سے تم بخوبی واقف ہو۔ اگر تم محمد ﷺ کی صاحبزادی کو اعلانیہ ہمارے سامنے سے لے جاؤ گے تو لوگ ان کو ہماری کمزوری اور بزدلی سمجھیں گے۔ اس وقت تم لوٹ چلو۔ جب ہنگامہ ختم ہو جائے تو تم چوری چھپے کسی دوسرے وقت ان کو لے جانا۔ کنانہ نے اس بات کو منظور کر لیا۔(۲)

لیکن بعد ازاں مخفی طور پر آپ کو لے کر بطن یاجج کے مقام پر حضرت زید بن

---

(۱) أبو داود، السنن، ۳: ۶۲، رقم: ۲۶۹۲

(۲) إبراهيم محمد حسين، أبناء النبی: ۹۶

حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جو حضرت زینب کو لے کر مدینہ روانہ ہو گئے۔

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت زینب پر فلاں فلاں شخص نے حملہ کیا اور آپ کو زخم پہنچائے تو ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر آپ ﷺ نے بہت زیادہ غصے کا اظہار کیا اور ایک سریہ پر جب صحابہ کرام کو بھیجنے لگے تو فرمایا:

إن ظفرتم بفلان و فلان فأحرقوهما بالنار، حتى إذا كان الغد بعث إلينا: أني كنت أمرتكم بتحريق هذين الرجلين، و رأيت أنه لا ينبغي أن يعذب باالنار إلا الله، فإن ظفرتم بهما فاقتلوهما. (۱)

''اگر تم فلاں، فلاں کو پا لو تو انہیں آگ میں جلا دو، پھر جب اگلا دن تھا تو ہماری طرف پیغام بھجوایا: کہ میں نے ان دو آدمیوں جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن میرا خیال ہے کہ آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سزاوار نہیں، پس اگر تم ان دونوں کو پالو تو قتل کر دو۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابو العاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دینا

اشاعت اسلام کے ساتھ ہی اکثر قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہو گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود اہل مکہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اگرچہ اس وقت ایمان تو نہیں لائے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے والوں کی مخالفت کرتے تھے۔ جب کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاشی بائیکاٹ کیا تو ابولہب کے سوا باقی تمام بنو ہاشم نے خواہ وہ مسلم تھے یا غیر مسلم، خود کو حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی شعب ابی طالب میں محصور کر لیا تھا اور تمام تر تکالیف کو رسول اللہ ﷺ کی خاطر برداشت کیا۔

جب حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی ایمان سے مشرف ہو گئیں مگر ابو العاص اس وقت دولت ایمان سے

(۱) ابن أبی شيبه، المصنف، ۶: ۴۸۵، رقم: ۳۳۱۴۲

محروم رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے اور حضرت ابو العاص سے علیحدگی کا ذکر فرماتی ہیں:

وكان الاسلام قد فرق بين زينب و بين أبي العاص حين أسلمت إلا أن رسول الله ﷺ كان لا يقدر على أن يفرق بينهما وكان رسول الله ﷺ مغلوبًا بمكة لا يحل ولا يحرم. [1]

’’زینب (رضی اللہ عنہا) نے جب اسلام قبول فرمایا تو اسلام نے حضرت زینب اور ابوالعاص کے درمیان تفریق کردی، مگر یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ (اس وقت) ان دونوں کے درمیان تفریق کرنے پر قادر نہ تھے کیونکہ (اس وقت) مکہ میں مغلوب تھے۔ نہ حلال اور نہ حرام کے احکام پر عمل کر سکتے تھے۔‘‘

چونکہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور ان دونوں کے تعلقات بہت خوشگوار تھے، اس لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ تشریف لے گئیں تو ابو العاص بہت مغموم رہنے لگے۔ ابو العاص تجارت میں تجربہ کاری اور امانت داری کے لئے بہت مشہور تھے۔ لوگ اپنا تجارتی مال ان کے ہاتھ فروخت کے لئے بھیجتے چنانچہ جمادی الاول ۶ ہجری کو ابو العاص بھی قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب کے لئے روانہ فرمایا۔ مقام عیص میں دونوں قافلے دو بدو ہوئے۔ اہلِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال ان کے پاس تھا قبضہ میں لے لیا۔ اس دوران ابو العاص نے کوئی مزاحمت نہ کی مگر اس کے بعد آپ مدینہ منورہ گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دیتے ہوئے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

---

(۱) ابن الأثير، أسد الغابة، ۷: ۱۳۱

أیها الناس إنی قد أجرت أبا العاص بن الربیع. قال: فلما سلم رسول الله ﷺ من صلاته أقبل علی الناس فقال: أیها الناس هل سمعتم ما سمعت؟ قالوا: نعم قال: أما والذی نفس محمد بیده ما علمت بشيء کان حتی سمعت منه ما سمعتم أنه یجیر علی المسلمین أدناهم. (۱)

’’اے لوگو! (سن لو) میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ محمد (ﷺ) کی جان ہے، میں اس کے سوا کوئی چیز نہیں جانتا، یہاں تک کہ میں نے بھی وہی سنا ہے جو تم نے سنا ہے، مگر یہ کہ مسلمانوں میں سے جو ادنیٰ ہے وہ بھی پناہ دیتا ہے۔‘‘

ابو العاص کو مال واپس کرنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی لختِ جگر کو حکم دیا:

أي بنیة! أکرمي مثواه، ولا یخلص إلیک، فإنک لا تحلین له. (۲)

’’اے میری بیٹی! اسے اچھا ٹھکانہ دو، لیکن وہ تمہارے پاس نہ آئے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔‘‘

(۱) حاکم، المستدرک، ۳: ۲۶۳، رقم: ۵۰۳۸

(۲) حاکم، المستدرک، ۳: ۲۶۳، رقم: ۵۰۳۸

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کی طرف پیغام بھیجا، جنہوں نے ابو العاص کا مال حاصل کیا تھا کہ یہ شخص ابو العاص جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جو اس کا میرے ساتھ رشتہ ہے، اس سے تم بخوبی واقف ہو۔ اس لئے اگر تم اس پر احسان کرو اور اس کا مال بخوبی اس کو لوٹا دو تو یہ میرے لئے خوشی کا باعث ہوگا۔ لیکن اگر تم اس کا انکار کرو تو تمہیں اس کا زیادہ حق ہے۔ حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

إنّ هذا الرجل منا، حيث قد علمتم، وقد أصبتم له مالاً، فإن تحسنوا تردوا عليه الذي له، فإنا نحب ذالک، وإن أبيتم فهو فيء الله الذي أفاء عليكم فأنتم أحق به. (۱)

''یہ آدمی ہم (یعنی ہماری جماعت) میں سے ہے جیسا کہ تم جان چکے، اور اس سے تم نے مال بھی پالیا، پس اگر تم احسان کرو، اور اسے اس کا حق لوٹا دو، تو یہ چیز ہمیں پسند ہے، اور اگر تم انکار کرو تو یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مالِ غنیمت ہے جو اس نے تمہیں اس کے عوض دیا ہے، تو تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔''

یہ پیغام سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔ لہٰذا ابو العاص کا سارا مال ان کو واپس لوٹا دیا گیا یہاں تک کہ کوئی شخص ڈول، کوئی مشک، کوئی لوٹا لاتا اور کوئی ٹیڑھے سر والی وہ لکڑی لاتا جو گٹھڑیاں اٹھانے کیلئے بطور گانٹھ استعمال ہوتی تھی۔

اس طرح ان کا سارا مال ان کو واپس لوٹا دیا یہاں تک کہ پورے مال میں سے کوئی معمولی چیز بھی کم نہ ہوئی۔ اس کے بعد ابو العاص مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ والوں کا سامان اور تجارتی نفع کی ایک ایک پائی واپس کردی۔ (۲)

(۱) حاكم، المستدرك، ۳: ۲۶۳، رقم: ۵۰۳۸

(۲) حاكم، المستدرك، ۳: ۲۶۳، رقم: ۵۰۳۸

ابو العاص کا قبول اسلام

مکہ پہنچ کر ابو العاص نے جس جس کا جو کچھ تھا اسے لوٹا کر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ کتب حدیث وسیرت میں ابو العاص اور قریش کے درمیان ایک مکالمے کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو کچھ یوں ہے کہ ابوالعاص نے اہل قریش کو مخاطب کر کے کہا:

يا معشر القريش! هل بقي لأحد منكم عندي مال لم يأخذه؟ قالوا: لا، فجزاک الله خيرا، فقد وجدناک وفيا كريماً، قال: فأنا أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله. والله ما منعني من الإسلام إلا تخوفي أن تظنوا أني أردت أن آكل أموالكم. فلما أداها الله إليكم وفرغت منها أسلمت. (۱)

’’اے گروہِ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے پاس باقی ہے جو اس نے نہ لیا ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، ہم نے آپ کو وفادار اور سخی پایا۔ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ بخدا! مجھے اسلام لانے سے کوئی چیز نہیں روکتی سوائے میرا یہ خوف کہ تم گمان کرو کہ میں نے تمہارے اموال کھانے کا ارادہ کیا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے وہ اموال تمہیں عطا کر دیئے اور میں ان سے فارغ ہوگیا تو میں نے اسلام قبول کرلیا۔‘‘

حضرت ابوالعاص ﷺ پھر وہاں سے چلے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۶۳، رقم: ۵۰۳۸
۲۔ ابن ہشام، السیرة النبوة، ۳: ۲۱۰

اولاد اطہار

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے صلب سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک فرزند: حضرت علی اور ایک دختر: امامہ رضی اللہ عنہما۔ حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہما ہجرت مدینہ سے قبل پیدا ہوئے اوران کو حضور علیہ السلام نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ جب آپ علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت یہ صاحبزادے علی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے اونٹ پر سوار تھے۔

وكان رديف رسول الله ﷺ يوم الفتح. (۱)

''آپ فتح مکہ والے دن سواری پر حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سن بلوغت سے قبل اپنے والد ابو العاص کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے۔ (۲)

''حضرت علی (بن ابی العاص رضی اللہ عنہما) نے چھوٹی عمر میں وفات پائی۔''

ابن عساکر کی ایک روایت کے مطابق، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ یرموک تک زندہ رہے اور انہوں نے اس جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی، حضرت امامہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی اس نواسی سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی آپ سے بے پناہ محبت کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

إن النبي ﷺ كان يصلي وهو حامل أمامة بنت زينب بنت رسول

---

(۱) ابن اثیر، أسد الغابة، ۷: ۳۳

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۳۱

الله ﷺ، فإذا سجد وضعها وإذا قام حملها.[۱]

’’رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو امامہ بنت زینب، بنتِ رسول ﷺ کو اٹھا لیا کرتے۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو انہیں بٹھا دیتے اور جب قیام فرماتے تو انہیں اٹھا لیتے۔‘‘

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بھانجی سے اس قدر محبت تھی کہ بوقت رحلت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی ﷺ کو وصیت کی تھی کہ اُن کے بعد وہ حضرت امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہا سے شادی کرلیں۔ چنانچہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ سے نکاح کرلیا۔

وبقيت أمامة فتزوجها علي بن أبي طالب بعد موت فاطمة بنت رسول الله ﷺ.[۲]

’’حضرت امامہ باقی رہ گئیں، بس ان سے حضرت علی بن ابی طالب نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کی وفات کے بعد شادی کی۔‘‘

اور ان کے بطن اطہر سے حضرت محمد اوسط بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابو العاص ﷺ کے اسلام لانے کے تقریباً سوا سال تک زندہ رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں ۸ ہجری میں واصل بحق ہوئیں۔ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں زینب رضی اللہ عنہا کے غسل میں شریک تھی۔ غسل کا طریقہ حضور نبی اکرم ﷺ خود بتاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب: اذا حمل جاریہ صغیرہ علی عنقہ فی الصلاۃ، ۱:۱۹۳، رقم: ۴۹۴
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۱

اغسلنها ثلاثا أو خمسا أو أكثر من ذلک ـ إن رأيتن ذلک ـ بماء وسدر، واجعلن في الآخرة كافورا أو شيئا من كافور فإذا فرغتن فآذنني. فلما فرغنا آذناه فأعطانا حقوه فقال: أشعرنها إياه. (۱)

’’ہر عضو کو تین، پانچ یا اس سے بھی زیادہ بار غسل دینا اور آخر میں کافور یا اس جیسی کوئی چیز لگا دینا۔ اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے بلانا۔ (حضرت ام عطیہ بیان کرتی ہیں کہ) جب ہم فارغ ہو چکیں تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا: اسے اس کے ساتھ باندھ دو۔‘‘

حضرت اُم ایمن، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن بھی غسل دینے والی خواتین میں شامل تھیں۔ (۲)

نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ خود ان کی قبر انور میں اترے اور اپنی صاحبزادی کو سپرد خاک فرمایا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ کے رخ انور پر رنج و ملال کے آثار واضح تھے۔ نبی اکرم ﷺ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یاد کیا کرتے۔ کیونکہ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا اور بہت کمزور تھیں، اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے:

كنت ذكرت زينب وضعفها فسألت الله تعالى أن يخفف عنها ضيق القبر وغمه ففعل وهوّن عليها. (۳)

’’مجھے زینب اور اس کی کمزوری کا خیال آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

(۱) بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۸، رقم: ۱۱۹۵
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۴
(۳) أسد الغابة، ابن أثير، ۷: ۱۳۲

اللہ اس کی قبر کی تنگی دور فرمائے اور اسے سائبان عطا فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی کیا اور اس کے ساتھ نرمی فرمائی۔‘‘

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی انتقال فرما گئے۔

مات أبو العاص بن الربيع في خلافة أبي بكر في ذي الحجة سنة اثنتي عشرة من الهجرة. (۱)

’’حضرت ابو العاص بن ربیع نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ذو الحج سن ۱۲ ہجری میں وفات پائی۔‘‘

---

(۱) عسقلانی، الإصابة في تمييز الصحابة، ۷: ۲۵۱

۵۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت

رسول اللہ ﷺ کی یہ صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ بھی ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تین برس بعد اس وقت پیدا ہوئیں جب حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تینتیس (۳۳) برس تھی۔

وولدت رقية بنت رسول الله ﷺ ورسول الله ﷺ ابن ثلاث وثلاثين سنة. (۱)

''حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جب پیدا ہوئیں اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی پرورش اور قبول اسلام

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے والدگرامی نبی رحمت ﷺ کی نگرانی میں تربیت پائی اور سنِ شعور کو پہنچیں۔ یہی تربیت ان کے لئے اکسیر اعظم تھی جو آئندہ زندگی میں کمالات کا باعث بنی۔

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے ساتھ ان کی صاحبزادیاں بھی اسلام لانے میں پیش پیش تھیں، سب مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعتِ نبوی ﷺ کے ساتھ سرافراز ہوئیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں:

أسلمت حين أسلمت أمها خديجة بنت خويلد و بايعت رسول

---

(۱) ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۸۳۹

الله ﷺ هي و أخواتها حين بايعه النساء. (1)

’’آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب آپ کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ اور آپ کی بہنوں رضی اللہ عنھن نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اس وقت بیعت کی جب باقی عورتوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔‘‘

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

اسلام سے قبل، اس دور کے دستور کے مطابق، حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کردیا۔ یہ صرف نکاح تھا، رخصتی نہیں تھی اور شادی بیاہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ پھر اسلام کا دور شروع ہوا، حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی، توحید کی آیات اتریں، شرک وکفر کی مذمت برملا کی گئی، حتیٰ کہ سورۃ ’’تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ‘‘ ابولہب کے نام کے ساتھ اس کی مذمت میں نازل ہوئی۔ اس پر کفار مکہ کی عداوت اہل اسلام کے لئے انتہا کو پہنچ گئی اور ابولہب کا غیض وغضب اخلاقی حدود سے تجاوز کرگیا۔ ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ کو حکم دیا کہ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق دو، نہ دو گے تو میں تمہیں منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔ باپ کے کہنے پر عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور معصوم دختر رسول ﷺ کا رشتہ، صرف عداوتِ اسلام کی بنا پر منقطع کردیا۔ امام ذہبی میں لکھتے ہیں:

تزوجها عتبة بن أبي لهب قبل، فلما أنزلت (تبت يدا أبي لهب) قال أبوه رأسي من رأسک حرام إن لم تطلق بنته، ففارقها قبل

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۶
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۲: ۲۵۰

الدخول.(۱)

’’پہلے عتبہ بن ابی لہب نے آپ کے ساتھ شادی کی، پس جب یہ آیت ’’تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ‘‘ نازل ہوئی تو ابو لہب نے عتبہ سے کہا کہ میرا سر تمہارے سر سے اس وقت تک حرام ہے جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق نہ دو تو اس نے ہم بستری سے پہلے ہی انہیں طلاق دے دی۔‘‘

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح

جب ابولہب کے بیٹے عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ کا نکاح، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کر دی۔(۲)

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بہت بڑی سعادت مندی تھی جو ان کو نصیب ہوئی اور آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے شرفِ دامادی سے عزت یاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو حسن و جمال سے خوب نوازا تھا۔ قریش کی عورتیں جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حسین جوڑے کو دیکھتیں تو ان پر رشک کرتیں اور دونوں کے حسن و جمال کو ان الفاظ میں یاد کرتیں:

أحسن زوجين رآهما إنسان
رقية وزوجها عثمان (۳)

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۲: ۲۵۱
(۲) ابن عبدالبر، الإستيعاب، ۴: ۱۸۴۰
(۳) ۱۔ ابن اسحاق، الروض الأنف، ۲: ۷۹

’’حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا کسی بھی دیکھنے والے کے لئے بہترین انسانی جوڑا ہے۔‘‘

حبشہ کی طرف ہجرت

سن ۵ نبوی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے استفسار فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا چلے گئے؟ اثبات میں جواب پا کر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

إنهما الأول من هاجر إلى الله تبارک و تعالى بعد لوط. (۱)

’’بے شک یہ دونوں (حضرت رقیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما) وہ پہلے افراد ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی۔‘‘

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پھر مکہ واپس آئیں۔ یہاں کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی چنانچہ انہوں نے وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور پھر حبشہ کی طرف واپس چلی گئیں۔ وہاں ان کا قیام کافی عرصہ تک رہا اور حضور نبی اکرم ﷺ کو کافی دیر تک ان کی خیریت معلوم نہ ہوسکی۔ اس اثنا میں ایک خاتون حبشہ سے آئی اور اس نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں کو دیکھا اور واپس آ کر حضور نبی اکرم ﷺ کو اُن کی خیریت سے مطلع کیا۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

منحهما الله، أن عثمان أول من هاجر بأهله. (۲)

’’اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے! بے شک عثمان پہلا وہ شخص ہے جس نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کی۔‘‘

.... ۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۳۹: ۲۵

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۶

(۲) ابن اثیر، الإصابة فی معرفة الصحابة، ۸: ۸۳

اولادِ اطہار

حبشہ میں ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا اور اس کے بعد دوسرا بچہ بھی حبشہ میں پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ اس نام کی نسبت سے حضرت عثمان، کی کنیت ابو عبد اللہ مشہور ہے۔ اپنے والدین کے ہمراہ حضرت عبد اللہ، نواسۂ رسول ﷺ مدینہ شریف پہنچے۔ جب حضرت عبد اللہ چھ سال کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگا لگا کر زخم کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہوگیا اور وہ اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

فبلغ الغلام ست سنين فنقر عينه ديک فتورم وجهه ومرض ومات، وقال غيره: توفي عبد الله بن عثمان من رقية بنت رسول الله ﷺ في جمادى الأولى سنة أربع من الهجرة وهو ابن ست سنين. (1)

''جب بچہ چھ سال کا ہوا تو اس کی آنکھ میں مرغ نے چونچ مار دی جس سے اس کا چہرہ سوج گیا اور وہ بیمار ہو کر فوت ہوگیا، اور بعض ائمہ کا موقف ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کے لختِ جگر حضرت عبد اللہ کا انتقال جمادی الاول سن ۴ ہجری چھ سال کی عمر میں ہوا تھی۔''

علالت اور وصال

جنگ بدر رمضان المبارک ۲ھ میں پیش آئی تھی۔ سرکار دوجہاں ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اس دوران آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اتفاقاً بیمار ہوگئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہیں چنانچہ آپ ان کی تیمارداری کے لئے

(۱) ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۸۴۰

یہاں مدینہ میں مقیم رہیں اور ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم زید ﷺ کو بھی ٹھہرنے کا حکم دیا۔ غزوہ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عثمان ﷺ اس اجر و ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں، آپ ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کا ثواب جہاد کے برابر قرار دیا۔ اس دوران حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری شدت اختیار کرگئی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے کفن دفن کے تمام امور حضرت عثمان ﷺ نے انجام دیئے۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی، زید بن حارثہ ﷺ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ (۱)

صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ بہت مغموم اور پریشان ہوئے کیونکہ آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ ان کے آخری لمحات، جنازہ اور کفن دفن میں شمولیت نہیں فرما سکے۔ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو جنت البقیع میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی آمد کی وجہ سے مزید عورتیں بھی جمع ہوگئیں اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو یاد کر کے رونے لگیں۔ جب عورتوں کی آوازیں زیادہ بلند ہوئیں تو حضرت عمر ﷺ نے ان کو سختی سے منع کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر ﷺ سے فرمایا:

دعهن يا عمر يبكين، ثم قال: أبكين وإياكن ونعيق الشيطان فإنه مهما يكن من القلب والعين فمن الله والرحمة ومهما يكن من اليد واللسان فمن الشيطان، فقعدت فاطمة على شفير القبر إلى جنب النبي ﷺ فجعلت تبكي فجعل رسول الله يمسح الدمع عن عينها بطرف ثوبه. (۲)

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۱۳۷

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۳۷

’’جب خواتین رقیہ رضی اللہ عنہا پر رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑے سے عورتوں کو مارنے لگے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: عمر! انہیں رونے دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آنسو سے رو لو اور شیطان کی چیخ سے بچو کیونکہ جب تک رونا دل اور آنکھوں سے ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے، اور جب ہاتھ اور زبان سے ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔ حضرت فاطمہ قبر کے کنارے بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اپنے دامن سے ان کی آنکھوں کے آنسو پونچھ رہے تھے۔‘‘

٦۔ حضرت سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ

ولادت و اِبتدائی ایام

حضور نبی اکرم ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ بعثت نبوی ﷺ سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نگرانی میں آپ نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کی عمر کو پہنچیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ اسلام لے آئیں۔ آپ کے ایام طفولیت کے واقعات تو زیادہ نہیں ملتے کیونکہ وہ ایسا پر آشوب زمانہ تھا کہ اس وقت کسی کے سوانح کا ضبط کرنا بہت دشوار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا جب آنحضرت ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو اہل و عیال کو مکہ میں چھوڑ گئے۔ جب مکہ مکرمہ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگیں تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر کے چلی گئیں۔ یہاں آپ رضی اللہ عنہا کے حالات زمانۂ نکاح سے شروع کئے جا رہے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح

نبی اکرم ﷺ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے ایک بیٹے عتبہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے اعلان نبوت سے قبل ہی کر دیا تھا۔ لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت پر فائز ہوئے اور سورۃ ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ'' نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے رخصتی سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلوا دی۔ جب ٦ ھ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی وفات کے بعد بہت مغموم اور رنجیدہ رہنے لگے، تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: ''اے

عثمان رضی اللہ عنہ! تم کو غم و الم میں مبتلا پاتا ہوں اس کا کیا سبب ہے۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ غمگین نہ ہوں تو کیا کروں، مجھ پر وہ مصیبت آن پڑی ہے جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہوگی۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ حضور ﷺ سے جو رشتہ قرابت تھا منقطع ہوگیا۔ ابھی ان کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يا عثمان! هذا جبرئيل أخبرني أن الله قد زوجک أم كلثوم بمثل صداق رقية على مثل صحبتها.(۱)

''اے عثمان! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے مجھے خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے امِ کلثوم کا نکاح، اسی مہر میں جو رقیہ کا تھا، تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔''

چنانچہ ربیع الاول ٦ ھ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرلو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ وہ سن چکے تھے کہ حضور علیہ السلام ان سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ألا أدل عثمان على من هو خير له منها وأدلها على من هو خير لها من عثمان؟(۲)

''کیا میں عثمان کو ایسی زوجہ کا نہ بتاؤں جو اس کے لئے حفصہ سے بہتر ہے اور

(۱) ابن ماجه، السنن، ۱: ۴۰، رقم: ۱۱۰

(۲) الاستيعاب، أبوعمر ابن عبدالبر، ۴:۱۹۵۲

حفصہ کو ایسے شوہر کا نہ بتاؤں جو عثمان سے بہتر ہے؟

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خود نکاح فرمایا اور حضرت عثمان کی شادی اپنی صاحبزادی اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الاخر ۳ھ میں آپ کی رُخصتی عمل میں آئی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

وصال اور تکفین وتدفین

آخری وقت تک آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ شادی کے پانچ سال گزرنے کے بعد شعبان ۹ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔(۱)

آپ رضی اللہ عنہا کے غسل اور کفن دفن کے انتظامات سردار دو عالم ﷺ نے خود فرمائے۔ غسل میں جن خواتین نے شرکت کی ان میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، اسماء بنت عمیس اور حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنھن شامل تھیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بیری کے پتوں والے پانی سے تین، پانچ یا سات بار غسل دلائیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں:

أنا غسلت أم كلثوم بنت رسول الله ﷺ وصفية بنت عبد المطلب وجعلت عليها نعشا أمرت بجرائد رطبة فواريتها.(۲)

''میں نے اور صفیہ بنت عبد المطلب نے ام کلثوم، بنت رسول ﷺ کو غسل دیا، پھر میں نے تر کھجور کی شاخیں منگوائیں اور ان سے آپ کو چھپا دیا۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا کہ انہیں بعد از غسل کافور کی خوشبو لگائیں۔

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۳۸

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۳۸

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں اطلاع کی گئی تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ وغیرہ کو کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے۔ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیض اور پھر ایک اوڑھنی۔ اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں جسم کو لپیٹ دیا گیا۔ جب غسل اور کفن ہو چکا تو جنازہ کے لئے نبی رحمت ﷺ ساتھ تشریف لے گئے اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے لئے جنت البقیع میں لایا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ خود تشریف لائے، قبر تیار ہو چکی تو ان کو دفن کردیا گیا۔ خادم نبوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم سرکار دو عالم ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ فرطِ غم سے آپ ﷺ کے آنسو مبارک جاری تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فيكم أحد لم يقارف الليل؟ فقال أبو طلحة: أنا، يا رسول الله! قال: أنزل. (۱)

''کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج رات ہم بستری نہ کی ہو؟ اس پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبر میں اترو۔''

اس طرح سے آقا دو جہاں ﷺ کی یہ صاحبزادی خلد نشین ہوئیں۔

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۳۸

۷۔ سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ولادتِ باسعادت

فخرِ رسل، تاجدار انبیاء، حضرت محمد ﷺ کی نورِ نظر، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر، جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ سیرت نگاروں کے نزدیک، آپ کی سن ولادت میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں جس زمانہ میں قریشِ مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، اس زمانہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت با سعادت ہوئی۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ یہ واقعہ نبوت سے پانچ برس پہلے کا ہے۔[(۱)]

بعض علماء کے نزدیک جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت، بعثت کے دوسرے سال ہوئی اور (اس وقت) آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک اکتالیس برس تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی

آپ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ فاطمہ ''**فطم**'' سے مشتق ہے، ''**فطم**'' کے معنی ہیں: چھڑوانا۔ رسول اکرم ﷺ کے اجداد میں سے نو خواتین کے نام فاطمہ تھے۔ فاطمہ نام مبارک سمجھا جاتا تھا اور خیر و برکت کے لئے رکھا جاتا تھا۔ فاطمہ کے معنی ہیں اولاد اور غلام کو جہنم سے چھڑوانے والی۔

سیدۂ کائنات کے القابات

آپ کے القاب: سیدہ، زہرا، بتول، ذکیہ، راضیہ، مرضیہ اور طاہرہ ہیں۔

(۱) سیدہ:

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۱۹

سیدہ کا معنی: شریف، کریم، حکیم، رئیس اور سردار ہیں۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا اوصاف حمیدہ کے لحاظ سے تمام خواتین میں اشرف و افضل تھیں،اس لئے سیدہ کے لقب سے معروف ہوئیں۔ احادیث میں آپ کو **سیدة نساء العالمین، سیدة نساء اهل الجنة** کہا گیا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نزل من السماء ملک فاستأذن الله أن يسلم علي لم ينزل قبلها فبشرني أن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة. (۱)

''آسمان سے مجھ پر ایک فرشتہ اترا ہے جو آج سے قبل مجھ پر نہیں اترا اور اس نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ بے شک فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔''

(۲) زہراء:

چونکہ جناب سیدہ عالم سلام اللہ علیہا ظاہری اور باطنی نور کی مالکہ تھیں اور جمال و کمال سے موصوف تھیں، اس لئے آپ کا لقب زہراء ہوا۔ ()

(۳) بتول:

بتول کا لفظ ''تبتل (ترک دنیا)'' سے مشتق ہے۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے ہی متانت اور سنجیدگی کا پیکر تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا دل کھیل کود میں بالکل نہیں لگتا تھا۔ آپ کہیں آنا جانا پسند نہیں فرماتی تھیں۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ آپ کی یہ سادگی اور استغناء آنحضرت ﷺ کو بہت پسند تھی۔ اسی شان کی وجہ سے آپ کو یہ لقب ملا۔

(۴) طاہرہ:

طاہرہ، لفظ ''طہر'' سے مشتق ہے۔ اور طاہرہ سے مراد وہ جسے فطرتاً پاک طینت سے نوازا گیا ہو۔

(۱) حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۴، رقم: ۴۷۲۲

(۵، ۶) زکیہ/ زاکیہ:

بعض روایتوں میں زکیہ اور بعض میں زاکیہ ''بمعنی پاک و پاکیزہ نفس والی'' بھی آیا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر قسم کی نفسانی برائی، کینہ، حسد اور بخل سے پاک تھیں۔ اس لئے اس لقب سے ملقب ہوئیں۔

(۷، ۸) راضیہ/ مرضیہ:

راضیہ: وہ جو اللہ کی رضا میں پوری طرح راضی ہو۔ اور مرضیہ سے مراد: جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے فرمان رسالت ہے

فاطمة بضعة مني فمن أغضبها أغضبني. (۱)

''فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے غضب ناک کیا، اس نے مجھے غضب ناک کیا۔''

ایامِ طفولیت

خاتون جنت نے آغاز اسلام کا زمانہ پایا جب کہ مسلمانوں پر کفار کا ظلم و ستم اور تشدد و تعصب پورے زوروں پر تھا۔ قریش نے بنی ہاشم کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ بنو ہاشم تین سال شعب ابی طالب میں رہے، جہاں انہوں نے نہایت تنگدستی سے زندگی گزاری۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بھی ان سب کے ساتھ مسکینی میں، بھوک پیاس کی تمام تر تکلیفیں برداشت کیں۔ دس بعثت نبوی ﷺ میں جب ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور تدفین کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو معصومہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جو چند گھنٹوں سے ماں کے لئے تڑپ رہی تھیں، دوڑ کر پدر محترم سے لپٹیں اور پوچھا میری ماں کہاں ہے؟ سوال ایسا تھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی آنکھوں میں

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۶۱، رقم: ۳۵۱۰

آنسو آ گئے اور وہ مخزنِ صدق و صفا کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اللہ کے ہاں۔ حضور سرکارِ دو جہاں ﷺ بیٹی کی دلجوئی اور غمگساری فرماتے، مگر جناب سیدہ پر ایک فطری غمزدگی طاری تھی۔ آپ کی متجسس، اداس اور روتی ہوئی آنکھیں ہر طرف کسی کی تلاش میں رہتیں۔ ایک دن بے تابانہ انداز میں پوچھا: میری مادرِ گرامی کہاں رہتی ہیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا تو جبرائیل امین نازل ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! پروردگارِ عالم آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہئے کہ اس کی ماں ایک طلائی محل میں ہے جس کے ستون سرخ یاقوت کے ہیں۔ بچپن میں آپ اکثر خاموش رہا کرتی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں منہمک ہوتے مگر جب فرصت ملتی تو بیٹی کی دلداری کرتے۔ دلاسہ دیتے اور تعلیم و تربیت فرماتے۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے باطنی کمال میں بھی اپنے ہم عمروں میں ممتاز و منفرد تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے زمانہ طفولیت، عام لڑکیوں کی طرح کھیل کود میں نہیں گزارا۔ آپ نے جیون بھر نہ کبھی ضد کی نہ اصرار۔ زیور کا شوق نہ بناؤ سنگھار کی فکر، نہ بناوٹ اور تکلف سے غرض۔ الغرض آپ نے تمام زندگی انتہائی سادگی سے بسر فرمائی۔ عورتوں کی برائیوں میں سب سے عام برائی غیبت کرنا ہے۔ جہاں دو تین کا مجمع ہو کسی پر رائے زنی کو موضوع سخن بنایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں غیبت کرنے والے کو مردار کھانے والے سے مشابہت دی گئی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء صغر سنی ہی میں اس قبیح عمل سے نہ صرف دور تھیں بلکہ اس سے نفرت فرماتی تھیں۔ ایک بار کچھ عورتیں جمع ہو کر غیبت کر رہی تھیں آپ بے تاب ہو کر اٹھیں۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غیبت کرنے اور سننے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جناب سیدہ کی خداداد ذہانت اور غیر معمولی عادات، اسی عمر میں مشہور ہو گئی تھیں۔ چنانچہ فاطمہ شامیہ جو ایک رئیس کی لڑکی اور توریت، زبور اور انجیل کی عالمہ تھیں، رسول عربی کی نورِ نظر سے ملنے شام سے مکہ معظّمہ آئیں اور بہت سے تحفے تحائف جناب سیدہ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے معزز اور معمر مہمان کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو یہ نذرانے اسلام کی خدمت

میں صرف کئے جائیں۔ چنانچہ اجازت ملنے پر آپ رضی اللہ عنہا نے تمام تحائف بھیج دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اس عمر میں ایثار کی یہ شان دیکھ کر فاطمہ شامیہ دنگ رہ گئیں۔ جناب سیدہ بچپن ہی سے پاکباز اور غریب نواز تھیں۔ فہم و تدبر، احسان، حسن سلوک، مہمان نوازی، شرم و حیا، صبر وتوکل، زہد وقناعت، پاکبازی، راست گوئی، تواضع، تقویٰ اور خاکساری آپ کا شعار تھا۔ صادق امین کی نورنظر بچپن ہی میں اتنی باشرف، مقدس اور عظیم تھیں، جتنی اپنے منتہائے کمال پر فضیلت وعصمت کا عدیم المثال نمونہ۔

ہجرت مدینہ

سید المرسلین، خاتم النبین ﷺ کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد مکہ معظّمہ میں ٹھہرنا محال ہوگیا۔ قریش نہایت بے رحمی اور بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو ستاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک بدبخت نے آ کر آپ ﷺ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں آپ گھر تشریف لائے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں، آپ کا سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور جوش محبت سے روتی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ ان کو دلاسہ دیتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ کے نزدیک قبا کے پاس ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے اپنے متبنّیٰ زید بن حارث اور حضرت ابو رافع کو خط دے کر مکہ معظّمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ آپ فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب اور فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت میں سے جو آنا چاہیں ساتھ لے کر مدینہ طیبہ ہجرت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس موجود امانتوں کو، ان کے مالکوں کے حوالے کرکے، تینوں فاطمہ نامی خواتین کے ساتھ ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (جنہیں حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد شرف زوجیت بخشا تھا) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وغیرہ کو لے کر مدینہ

منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب یہ مختصر قافلہ مدینۃ الرسول ﷺ پہنچا تو حضور نبی اکرم ﷺ مسجد اور اس سے ملحقہ حجرے تعمیر کروا رہے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک حجرے میں ٹھہریں۔

نکاح

نکاح کے لئے مرد و عورت میں جن صفات کا لحاظ رکھا جاتا ہے ان میں مقدم ترین صفت تقویٰ وطہارت ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکاح کے لئے چار چیزیں پیش نظر رکھو (۱) مال و دولت (۲) حسن و جمال (۳) حسب ونسب (۴) تقویٰ (اس سے مراد دینداری اور پرہیزگاری ہے)۔سب سے بہتر پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری ہے تم باقی صفات سے بڑھ کر اس کو مقدم رکھو۔ (بخاری ومسلم)۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی لخت جگر کے لئے دینداری، تقویٰ اور پرہیزگاری کے سوا اور کیا معیار ہوسکتا تھا

اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ سے نکاح کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إنها صغيرة، فخطبها علي فزوجها. (۱)

”بے شک وہ چھوٹی ہے پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کردی۔“

ہر مومن، حضور نبی اکرم ﷺ سے شرف انتساب کا آرزومند تھا۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۲: ۱۸۱، رقم: ۲۷۰۵

كل نسب وصهر ينقطع يوم القيمة إلا نسبي و صهري. [1]

''روز قیامت میرے نسب و صہر کے سوا تمام نسب اور سسرالی رشتے منقطع ہوجائیں گے۔''

صحابہ کرام ﷺ کی نظریں اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر تھیں مگر پیغام بھیجنے میں ان کی اپنی تنگدستی بھی حائل تھی۔ حضرت علی ﷺ خود فرماتے ہیں ''جب میرے دل میں حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی کے لئے پیغام بھیجنے کا قصد ہوا تو ساتھ یہ خیال بھی موجزن تھا کہ میں نادار ہوں، آپ ﷺ کیونکر میرا پیغام قبول فرمائیں گے لیکن پھر مجھے آپ کی نظرِ عاطفت اور جذبہ صلہ رحمی کے پیش نظر عرضِ مدعا کا حوصلہ ہوگیا۔''

حضرت علی ﷺ کے پیغام نکاح سے متعلق حضرت ابن بریدہ ﷺ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أن نفرا من الأنصار قالوا لعلي: عندک فاطمة. فدخل على النبي ﷺ فسلم عليه فقال ما حاجة ابن أبي طالب؟ قال: ذکرت فاطمة بنت رسول الله ﷺ قال: مرحباً و أهلاً لم يزده عليها، فخرج إلى الرهط من الأنصار ينظرونه فقالوا: ما وراء ک؟ قال: ما أدري غير أنه قال لي مرحبا وأهلا. [2]

''انصار کے کچھ لوگوں نے حضرت علی ﷺ سے کہا: تمہارے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پس آپ ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن ابی طالب (سے مراد حضرت علی ﷺ) کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے عرض کیا: میں فاطمہ سے نکاح کا خواستگار

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۶: ۱۱۷

(۲) نسائی، السنن الکبری، ۶: ۷۲، رقم: ۱۰۰۸۸

ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مرحبًا و أهلًا۔ ان دولفظوں سے زیادہ کچھ نہ فرمایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو انصار نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا: کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کے علاوہ کچھ علم نہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے ''مرحبًا و أهلًا'' (خوش آمدید اور آپ اپنے اہل کے پاس آئے ہیں) فرمایا۔''

اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے ان کی رائے معلوم کی۔ ابن سعد، الطبقات الکبری میں لکھتے ہیں:

خطب علي فاطمة فقال لها رسول الله ﷺ: إن عليا يذكرك فسكتت فزوجها.(۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نکاح بھیجا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو فرمایا: علی نے تمہارے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے، اس پر خاموش رہیں تو آپ ﷺ نے ان کی شادی حضرت علی سے کر دی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

أردت أن أخطب إلى رسول الله ﷺ بنته، فقلت والله لا لي من شيء قال: وكيف؟ قال: ثم ذكرت حلته و عائدته، فخطبتها إليه فقال: وهل عندك شيء؟ قلت: لا، قال: وأين درعك الحطمية التي أعطيتك يوم كذا وكذا؟ قال: هي عندي. قال: فأعطها إياها، قال: فأعطاها إياها.(۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۲۰

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۲۰

''میں نے سوچا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے آپ کی بیٹی سے نکاح کے حوالے سے بات کروں، نبی اکرم ﷺ نے استفسار فرمایا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ میرے پاس پاس مہر میں دینے کے لئے تو کوئی چیز نہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کو یاد دلایا کہ فلاں زرہ جو میں نے تمھیں فلاں موقع پر دی تھی وہ کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تو میرے پاس موجود ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہی دے دو، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہی ان کو دے دی۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس ایک تلوار، ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے زرہ بیچنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس زرہ فروخت کردی جو بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہبہ کردی، اور اس رقم کو مہر قرار دیا۔ بعض روایتوں میں ۴۰۰ درہم، بعض میں ۴۸۰ درہم اور بعض میں ۵۰۰ درہم ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کا حکم پہنچا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، چھ مہاجرین اور چھ انصار کو بلا لاؤ۔ یہ سب حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک بلیغ خطبہ پڑھ کر نکاح کردیا اور فرمایا کہ یہ حکم خداوندی کے تحت ہوا ہے۔

حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ اس طرح سے ہیں:

إن الله أمرني أن أزوج فاطمة من علي. (۱)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔''

ابن سعد اپنی کتاب الطبقات الکبری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیے

---

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۵۶، رقم: ۱۰۳۰۵

جانے والے حق مہر سے متعلق درج کرتے ہیں:

أمهر علي فاطمة بدناً قيمته أربعة دراهم. (۱)

''حضرت علی ﷛ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حق مہر میں بَدَن (بلا آستین و گریبان کرتا جسے بیچ سے کاٹ کر عورت پہنتی ہے) دیا جس کی قیمت ۴ درہم تھی۔''

بعد ازاں آپ ﷺ نے حضرت علی ﷛ سے فرمایا: اے علی! کیا تم راضی ہو؟ حضرت علی ﷛ نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں راضی ہوں۔ اسکے بعد رسول پاک ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللهم بارک فيهما وبارک عليهما وبارک لهما في نسلهما. (۲)

''اے اللہ تعالیٰ! ان دونوں میں برکت عطا فرما اور اِن کی اولاد میں بھی برکت عطاء فرما۔''

پھر سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی ﷛ سے فرمایا: اے علی! تم یہی الفاظ اپنے لئے بھی کہو۔ حضرت علی نے بھی اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا:

الحمد لله الذي لا يموت، وهذا محمد رسول الله ﷺ زوجني ابنته فاطمة علي صداق مبلغه أربع مائة درهم فاسمعوا ما يقول واشهدوا. (۳)

''تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس کو کبھی موت نہیں آنے والی، اور یہ محمد

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۸: ۲۰

(۲) يوسف بن موسى حنفی، معتصر المختصر، ۲: ۳۷۵

(۳) حلبی، السيرة الحلبية، ۲: ۴۷۲

(ﷺ) اللہ تعالٰی کے رسول ہیں جنہوں نے میری شادی اپنی بیٹی کے ساتھ چار سو درہم حق مہر کے عوض فرمائی۔ پس جو یہ فرماتے ہیں اسے سنو، اور گواہی دو۔‘‘

پھر سید المرسلین ﷺ نے چھوہاروں کا ایک طبق لیا اور سب میں چھوہارے تقسیم کروا دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مہر کی رقم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کچھ درہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ چیزیں خریدنے کے لئے دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خوشبو خریدو۔ کچھ درہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا، اس میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے مناسب پوشاک اور اثاث البیت لے آؤ۔ ایک مٹھی اور درہموں میں سے لی، اس میں ۶۳ یا ٦٦ آئے وہ آپ ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دی کہ اس سے متاع خانہ خرید لیا جائے۔ عقد مبارک کے وقت حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ اس سلسلے میں مختلف روایتیں ہیں۔

ابن عبد البر اس بارے میں لکھتے ہیں:

وكان سنها يوم تزويجها خمس عشرة سنة وخمسة أشهر ونصف وكانت سن علي إحدى وعشرين سنة وخمسة أشهر. (۱)

’’حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شادی والے دن ۱۵ سال اور ساڑھے ۵ ماہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی۔‘‘

اس طرح بعض روایتوں میں تئیس سال اور بعض میں آپ اکیس سال درج ہے۔ نکاح اور رخصتی ایک ہی وقت میں عمل میں نہیں آئی بلکہ تاریخ میں اختلاف ہے۔

(۱) ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۸۹۳

رخصتی بعض کے نزدیک ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی اور بعض کے نزدیک دو یا تین سال بعد ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ یکم ذی الحج کو نکاح ہوا اور بروز سہ شنبہ ۲۴ ذی الحجہ کو رخصتی ہوئی۔

شادی سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے لیکن اب ضرورت ہوگئی کہ ایک الگ گھر لیں۔ حارث بن نعمان انصاری کے متعدد مکان تھے جن میں سے وہ کئی، حضور نبی اکرم ﷺ کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گزارش کی ان سے کوئی مکان دلوادیجئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے اور کہا:

يا رسول الله (ﷺ) إنه بلغني أنک تحول فاطمة إليک وهذه منازلي وهي أسقب بيوت بني النجار بک وإنما أنا ومالي لله ولرسوله والله يا رسول الله، المال الذي تأخذ مني أحب إلي من الذي تدع. فقال رسول الله: صدقت بارک الله عليک. [1]

یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فاطمہ کو واپس بھیج دیا؟ (یا رسول اللہ!) یہ میرے گھر ہیں جو کہ بنو نجار کے انتہائی پختہ گھروں میں سے ہیں، ان میں سے جو چاہیں پسند فرما لیں۔ میں اور میرا مال فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مال آپ لے لیتے ہیں وہ مجھے اس مال سے زیادہ عزیز ہے جو آپ چھوڑ دیں۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک تم نے سچ کہا، اللہ تمھیں برکت عطا کرے!''

اس کے بعد انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں تشریف لے گئیں۔

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۸: ۲۳

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو جو جہیز دیا وہ مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل تھا: ایک قمیص، سر ڈھانپنے کے لئے ایک چادر، کالے رنگ کا کمبل، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا بستر، موٹے ٹاٹ کے دو فرش، چمڑے کے چار تکیے، آٹا پیسنے کی چکی، تانبے کا بڑا برتن، کپڑے دھونے کے لئے ایک مشکیزہ، لکڑی کا برتن، پانی پینے کے لئے مٹی کی صراحی، مٹی کے دو آب خورے، زمین پر بچھانے کا چمڑا، ایک سفید چادر، ایک لوٹا۔

امور خانہ داری کی تقسیم

حضرت علی ﷺ کی تزویج کے وقت ان کی والدہ محترمہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد زندہ تھیں، وہ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شرف ہجرت حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں اپنے بیٹوں کے پاس رہتی تھیں۔ حضرت علی ﷺ کی تزویج ہوئی تو بنت رسول کے پاس چلی آئیں۔ وہ انتہائی صالحہ خاتون تھیں، حضور نبی اکرم ﷺ انہیں اُمّی (میری ماں) کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت علی ﷺ نے امور خانہ داری کے لئے یوں طے کیا تھا کہ برتن، چکی، روٹی، جھاڑو اور گھر کے دوسرے کام فاطمہ رضی اللہ عنہا انجام دیتیں اور باہر کے تمام کام سودا سلف لانا، اونٹ کو پانی پلانا، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ذمہ آیا۔

وتکفیک العمل فی البیت العجن والخبز والطحن.(۱)

''اے فاطمہ! تمہیں گھر میں آٹا گوندھنے اور روٹی پکانے کا کام ہی کافی ہے۔''

تسبیحِ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گھر کا کام خود انجام دیتیں، کوئی خادم نہ تھا اور نہ

(۱) ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۸۹۴

کوئی کنیز تھی۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ جھاڑو دیتے، برتن مانجتے اور چولہا سلگانے سے آپ رضی اللہ عنہا کے کپڑے گرد آلود اور سیاہ ہوجاتے، پانی کی مشک اٹھاتے اٹھاتے سینہ مبارک درد کرنے لگتا۔ اس لئے حضرت علی ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی خادم یا کنیز مل جائے۔ کسی لڑائی سے حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس قیدی آئے، حضرت علی ﷺ نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کتنا اچھا ہو آپ ایک قیدی مانگ لیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گئیں، وہاں مجمع زیادہ تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا نے فرطِ حیا سے کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن پھر گئیں تو سرکار دو جہاں ﷺ نے پوچھا کہ بیٹی کیا کام ہے۔ وہ خود خاموش رہیں اور حضرت علی ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ چکی پیستے پیستے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور پانی کی مشک اٹھاتے اٹھاتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، اب آپ کے پاس قیدی آئے ہیں تو ہمیں بھی عنایت فرمائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: واللہ! ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں تو دے دوں اور اہل صفہ کو چھوڑ دوں اس حال میں کہ ان کے پیٹ میں بھوک سے دوہرے ہو رہے ہیں۔ پہلے میں اصحاب صفہ کا انتظام کرلوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

ألا أخبركما بخير مما سألتماني؟ قالا: بلى! فقال: كلمات علمنيهن جبريل ؑ، فقال: تسبحان في دبر كل صلاة عشرًا، تحمدان عشرا، وتكبران عشرا، وإذا أويتما إلى فراشكما فسبحا ثلاثا وثلاثين واحمدا ثلاثا و ثلاثين وكبرا أربعا وثلاثين.(۱)

''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا؟ تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد للہ، دس دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ اور جب تم سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۰۶، رقم: ۸۳۸

اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔''

خداشناس بیٹی نے اس ورد کو ہمیشہ جاری رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس ورد کو اس ذوق شوق سے پڑھتیں کہ یہ تسبیح زہرہؑ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس تسبیح کو ہمیشہ پڑھا۔ اسی لئے تمام مسلمان اس تسبیح کا پڑھنا سعادت جانتے ہیں۔

حضور ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر شفقت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوجاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ إذا رأها قد أقبلت، رحب بها، ثم قام إليها فقبلها ثم آخذ بيدها فجاء بها حتى يجلسها في مكانه، وكانت إذا رأت النبي ﷺ رحبت به ثم قامت إليه فقبلته. (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب حضرت فاطمہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو خوش آمدید کہتے پھر ان کی خاطر کھڑے ہوجاتے، انہیں بوسہ دیتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ اور جب سیدہ فاطمہ آپ ﷺ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہوجاتیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں۔''

اس طرح حضور نبی اکرم ﷺ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے پہلے اور آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی ملتے۔

---

(۱) نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۳۹۱، رقم: ۴۲۳۶

كان رسول الله ﷺ إذا سافر كان آخر عهده بإنسان من أهله فاطمة، وأول من يدخل عليها إذا قدم فاطمة. (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور سفر سے واپسی پر جو شخص سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔''

فتح مکہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا، اس بات کی اطلاع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہاکو بھی ہوئی۔ آپ سخت رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے بابا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ یہ واقعہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ ہوں گی،علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إن فاطمة بضعة مني وأني أكره أن يسؤها والله لا تجمع بنت رسول الله ﷺ وبنت عدو الله عند رجل واحد. (۲)

''بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور اس کی ناراضگی مجھے پسند نہیں۔ خدا کی قسم! کسی شخص کے پاس (اس کے نکاح میں) رسولِ خدا ﷺ اور دشمنِ خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہوسکتیں۔''

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہ کی حیات حین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی

(۱) أبوداؤد، السنن، ۴: ۸۷، رقم: ۴۲۱۳
(۲) بخاری، الصحيح، ۳: ۱۳۶۴، رقم: ۳۵۲۳

نہیں کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی کئی اور احادیث سے بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مقام وفضیلت اور ان کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شمار انسانیت کی برگزیدہ اور مقدس ترین خواتین میں فرمایا۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۲۹ برس کی تھی تو سرکار دو عالم ﷺ نے وفات پائی۔ وصال سے ایک روز قبل حضور نبی اکرم ﷺ نے سیدۃ النساء کو بلا بھیجا۔ حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں:

جاءت فاطمة إلى النبي ﷺ فسارها بشيء فبكت ثم سارها بشيء فضحكت فسألتها عنه أخبرني أنه مقبوض في هذه السنة فبكيت فقال ما يسرك أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة إلا فلانة فضحكت.(١)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز کی سرگوشی کی تو وہ رو پڑیں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی وہ ہنس پڑیں۔ پس میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ اس سال وصال فرما جائیں گے تو میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے یہ چیز خوش نہیں کرتی کہ تو اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو، سوائے فلاں عورت کے تو میں ہنس پڑی۔''

جب حضور نبی اکرم ﷺ انتقال فرما گئے تو خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ وصال نبوی ﷺ کے بعد جب تک آپ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں کبھی کسی نے آپ رضی اللہ عنہا کے ہونٹوں پر تبسم نہیں دیکھا۔ ابن اثیر روایت بیان کرتے ہیں:

(١) أبو يعلى، المسند، ١٢: ١١٠، رقم: ٦٧٤٣

ما رؤيت ضاحكة بعد وفاة رسول الله حتى لتحقت بالله. (۱)

''آپ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تا دم آخر کبھی ہنستے ہوئے نہ پایا گیا۔''

سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا وصال

حضور نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے ۳ ماہ بعد اور ایک روایت میں ہے کہ ۶ ماہ بعد رمضان کی تیسری تاریخ کو آپ ۲۹ اور تیس سال کی درمیانی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عن أبي جعفر محمد بن على أنه قال توفيت فاطمة بعد النبي ﷺ بثلاثة أشهر وأما عائشة فإنها قالت فيما روي عنها أنها توفيت بعد النبي ﷺ بستة أشهر وأما عبد الله بن الحارث فإنه قال فيما روي يزيد بن أبي زياد عنه قال توفيت فاطمة بعد رسول الله ﷺ بثمانية أشهر. (۲)

''ابوجعفر محمد بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال نبوی ﷺ کے تین ماہ بعد وفات پائی، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے وصال نبوی ﷺ کے چھ ماہ بعد وفات پائی، جبکہ عبداللہ بن یزید بن الحارث، یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال نبوی ﷺ کے آٹھ ماہ بعد وفات پائی۔''

(۱) ابن اثير، أسد الغابة، ۷: ۲۲۱

(۲) حاكم، المستدرك، ۳: ۱۷۶، رقم: ۴۷۶۱

جنازہ اور تدفین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ جب واصل برحق ہوئیں تو آپ رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے سب سے پہلی تھیں جو حضور نبی اکرم ﷺ سے ملیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نماز جنازہ حضرت علی ﷺ نے پڑھایا، آپ ہی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مل کر آپ کو غسل دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے وصال مبارک کے بعد اپنی اولاد میں، آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور کو نہ چھوڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی ﷺ کو کہہ رکھا تھا کہ وہ انہیں رات کے وقت دفن کریں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عباس ﷺ بن عبد المطلب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ، حضرت علی اور حضرت فضل ﷺ آپ کی قبر میں داخل ہوئے۔(۱)

اولادِ اطہار

سرکار کائنات کی اولاد میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آنحضرت کی نسل مبارک باقی ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔

فولدت له الحسن والحسين و أم كلثوم وزينب ولم يتزوج علی عليها غيرها حتی ماتت. (۲)

’’حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت علی ﷺ کی اولاد میں سے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب ﷺ پیدا ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے آپ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہ کی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔‘‘

---

(۱) ابن عبد البر، الاستيعاب، ۴: ۱۸۹۸

(۲) ابن عبد البر، الاستيعاب، ٦: ۱۸۹٦

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

پیدائش ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری مطابق ۲۹ فروری 626 عیسوی بروز جمعہ اور آپ کی شہادت ۲۸ صفر ۵۰ ہجری مطابق ۲۷ مارچ ۶۷۰ عیسوی کی ہوئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ولادت ۳ شعبان ۴ ہجری بمطابق ۹ جنوری ۶۲۶ عیسوی و شہادت دھم محرم الحرام ۶۱ ہجری۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

ولادت شعبان ۶ ہجری مطابق ۳۰ مارچ ۶۲۷ وفات ۱۴ رجب ۸۲ھ

ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ولادت ۹ ہجری وفات جمادی الثانی ۶۲ ہجری۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی بہنوں کے اسماء سے منتخب کئے تھے۔ تاکہ ان کی خواہران کی یاد گھر میں تازہ رہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدنا عمر بن خطاب سے ۱۷ھ میں ہوا تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔